ابو سعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت سیرت رسولؐ

وقت 5-7 منٹ

اَلشَّوْقُ مَرْکَبِیْ وَشَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ (حضرت محمدؐ)

شوق میری سواری ہے اور میرا شوق اپنے رب عزّوجلّ کی طرف ہے

(تقریر نمبر4)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

قَالَ ارْکَبُوْا فِیْھَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ہود:42)

یعنی اُس نے کہا کہ اِس میں سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہی اِس کا چلنا اور اِس کا لنگر انداز ہونا ہے۔ یقیناً میرا ربّ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا

یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

معزز سامعین! قاضی عیاض بن موسیٰ نے حضرت علیؓ کی زبانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو 20 صفات اور خصوصیات بیان فرمائی ہیں آج مجھے اِن میں سے چوتھی اور بیسویں صفت اَلشَّوْقُ مَرْکَبِیْ اور شَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ یعنی شوق میری سواری اور میرا شوق اپنے رب عزّوجلّ کی طرف ہے، پر گفتگو کرنی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی سیرت کے حوالہ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

اَلْمَعْرِفَۃُ رَاسُ مَالِیْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ، وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ، وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ، وَذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ، وَالثِّقَۃُ کَنْزِیْ، وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ، وَالْعِلْمُ سَلَاحِیْ، وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ، وَالرِّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ، وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ، وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ، وَالصِّدْقُ شَفِیْعَتِیْ، وَالطَّاعَۃُ حَسَبِیْ، وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ وَثَمْرَۃُ فُؤَادِیْ فِیْ ذِکْرِہٖ وَغَمِّیْ لِاَجَلِ اُمَّتِیْ وَشَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ

(الشِّفَاءِ لقاضی عیاض بن موسیٰ صفحہ 81)

کہ معرفت میرا سرمایہ ہے اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے اور محبت میری اساس ہے اور شوق میری سواری ہے اور ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے اور وثوق میرا خزانہ ہے اور غم میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر ہے اور زُہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا شفیع اور اطاعت میرا حسب، جہاد میرا خلق اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، ذکرِ الٰہی میرے دل کا پھل ہے اور میرا غم میری امت کے لئے ہے اور میرا اشوق اپنے رب عزّوجلّ کی طرف ہے۔

سامعین! مَیں اپنی سابقہ تین تقاریر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شمائل بیان کرنے سے قبل عنوان میں بیان الفاظ کے لغوی و اصطلاحی معانی بیان کرتا آیا ہوں۔ آج بھی مجھے پہلے شوق اور مَرْکَب کے الفاظ پر روشنی ڈالنی ہے۔ شوق انسان کے اندر وہ صفت یا خوبی ہے جسے اپنا کر انسان اپنی مَن پسند نتائج کو پہنچ جاتا ہے کیونکہ شوق کے لغوی معنوں میں لکھا ہے۔ آرزو، تمنا، اشتیاق، رغبت، جوش، سرگرمی اور کوئی چیز دریافت کرنے کی خواہش۔ یہ دینی و دنیوی میدان دونوں میں ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ آغاز میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے ہوئے قصیدے کا آخری شعر پڑھا تھا جس

میں آپ علیہ السلام، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں 70 کے قریب اشعار میں آپؐ کی تعریف اور خوبیاں بیان فرمارہے ہیں اور آخری شعر میں بے ساختہ ان خوبیوں کی وجہ سے اپنے آقا و مولیٰ کی طرف اُڑان بھرنے کو دل چاہاہے۔ پرواز کرنے کا شوق پیدا ہوا اور بے ساختہ برجستگی سے آپؐ کی طرف جانے کو دل چاہا اور فرمایا کہ

''میرا جسم تو شوقِ غالب سے تیری طرف اُڑنا چاہتا ہے۔اے کاش! مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔ ''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 594)

جہاں تک مَرْکَب کا تعلق ہے۔ یہ عربی لفظ ہے اور اردو میں بھی مستعمل ہے جس کے معانی سواری کے ہیں۔ وہ کشتی بھی ہو سکتی ہے۔ جانور وغیرہ بھی ہو سکتا ہے اور جہاز بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مَرْکَبِ تازی عربی گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو مختلف صیغوں میں تبدیلی کے ساتھ قرآن کریم میں بکثرت استعمال فرمایا ہے جس پر ہر مومن سفر کرکے اللہ کی طرف اپنے روحانی سفر کو جاری رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت نوحؑ کی کشتی پر سوار لوگوں نے کیا اور یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عنوان کے دوسرے حصہ ''میرا شوق اپنے ربّ عزّوجلّ کی طرف ہے'' میں بیان فرمایا ہے۔ گویا آج مجھے اپنی تقریر میں ان بیں اوصاف میں سے دو پر روشنی ڈالنی ہے۔

سامعین! آئیں! اب دیکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن معنوں میں شوق کو بطورِ سواری اپنے روحانی و دینی سفر کو آگے سے آگے بڑھنے کے لئے جاری و ساری رکھا۔

آپؐ کی ساری زندگی عشقِ الٰہی میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کا آغاز آپؐ کے بچپن بلکہ پیدائش سے قبل آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے اُس خواب سے ہوتا ہے جس میں آپؐ نے دیکھا کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کے اندر سے نور نکلا ہے جو ساری دنیا میں پھیل گیا ہے۔ پھر پیدائش کے بعد جب آپؐ کی عمر چار سال تھی آپؐ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں کھیل رہے تھے۔ دو فرشتے متمثّل ہو کر آئے جنہوں نے آپؐ کو پکڑ کر آپؐ کا سینہ چاک کرکے اُس میں نور اور ایمان بھرا۔ گو یہ ایک کشفی نظارہ تھا مگر اس کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دل اور سینہ کو نورِ الٰہی سے بھر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپؐ نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ سے دل لگالیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

''رسول کریم کی عمر جب تیس سال سے زیادہ ہوئی تو آپؐ کے دل میں خدا تعالیٰ کی عبادت کی رغبت پہلے سے زیادہ جوش مارنے لگی۔ آخر آپؐ...مکہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی کی چوٹی پر پتھروں کی بنی ہوئی چھوٹی سی غار میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگ گئے۔ حضرت خدیجہؓ چند دن کی غذا آپؐ کے لئے تیار کر دیتیں۔ آپؐ وہ لے کر غارِ حرا میں چلے جاتے تھے اور ان دو تین پتھروں کے اندر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں رات اور دن مصروف رہتے تھے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 113)

سامعین! آپؐ نصف شب بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک عبادت کرتے چلے جاتے۔ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ آپؐ کو دیکھنے والوں کو آپؐ پر رحم آتا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے پوچھ ہی لیا کہ آپؐ تو پہلے ہی خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں پھر آپؐ اپنے نفس کو اتنی تکلیف میں کیوں ڈالتے ہیں۔ آپؐ نے جواباً فرمایا أَفَلَا أَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا کہ کیا مَیں ان انعامات اور افضال پر شکر کرنے کے لئے اللہ کا شکر گزار نہ بنوں۔ دشمن بھی آپؐ کی اسی للہی محبت اور عشق کو دیکھ کر بول اٹھا تھا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔ نماز کی پابندی کا آپؐ کو اتنا خیال تھا کہ سخت بیماری میں بھی آپؐ سہارا لے کر مسجد جاتے۔ ہاں ہاں! اُس وقت جب آپؐ کو قریشِ مکہ نے مختلف بڑے بڑے لالچ دیئے کہ آپؐ ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دیں۔ اللہ کی عبادت نہ کریں۔ آپؐ کے شوق ہجرت الی اللہ نے اپنا سفر جاری رکھا اور فرمایا کہ اے چچا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیں تو بھی مَیں خدائے واحد کی توحید کو پھیلانے سے نہیں رُک سکتا۔ اور غیرت ایمانی کا یہ عالم تھا کہ ابو سفیان نے جنگِ اُحد میں اُعلُ ھُبُل کا نعرہ بلند کیا تو آپؐ نے اپنے صحابہ سے اَللّٰہُ اَعلٰی وَ اَجَل کے نعرے بلند کروائے۔ آپؐ کے اسی شوق و ذوق کو دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے گواہی دی کہ آپؐ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ آپؐ کی زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی کرتی رہتی تھی۔ آپؐ سوتے وقت، پہلو بدلتے، بیدار ہوتے، وضو یا غسل کرتے، لباس بدلتے۔ گھر سے باہر جاتے یا گھر میں آتے وقت، مسجد میں جاتے اور نکلتے وقت، سواری پر سوار ہوتے، بلندی پر چڑھتے، نئے چاند کو دیکھتے وقت، ہوا یا بارش کے طوفان کے وقت، نیا پھل کھاتے وقت حتیٰ کہ بیت الخلاء میں جاتے اور آتے دعا کیا کرتے تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے محبت اور اُس کی طرف جانے کا اشتیاق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مکہ کے ظالموں نے اپنے ظلم کی آپؐ پر انتہا کر دی ہر طرح کے مظالم کا آپ کو نشانہ بنایا مگر آپؐ نے مکہ سے اس وقت تک ہجرت نہ فرمائی جب تک کہ خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مکہ سے ہجرت کا حکم نہ دیا۔ اس سے قبل اہل مکہ کے ظلموں کی شدت دیکھ کر جب صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی تو اصحابِ رسولؐ نے خواہش ظاہر کی کہ آپؐ بھی ان کے ساتھ چلیں تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے ابھی تک خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن نہیں ملا۔ حضورؐ تنِ تنہا دشمنوں کے درمیاں رہے۔ صرف اس لیے کہ خدا کی طرف سے حکم نہیں ہوا تھا اور پھر جب مکہ والے لشکر بن کر مدینہ میں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کو تیار تھے تو اس وقت بھی جب خدا نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دے دی تو آپؐ مقابلہ کے لیے نکلے۔ غرض ہر موقع پر آپؐ اپنے محبوب کے حکم یعنی اذنِ الٰہی کے منتظر رہے اور کبھی کوئی قدم خود سے نہ اٹھایا۔ بلکہ آپؐ کے عشق الٰہی کا اظہار آپؐ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری سے خوب ہوتا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ جب سورۃ النصر میں افواج کے اسلام میں داخلہ پر استقبال کی خاطر اللہ کی تسبیح و تحمید اور استغفار کرنے کا حکم ہوا تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: اس کے بعد رسول اللہؐ کی کوئی نماز خالی نہ جاتی تھی جس میں آپؐ یہ کلمات نہ پڑھتے ہوں کہ اے اللہ! تُو پاک ہے، اے ہمارے ربّ! اپنی حمد کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔

(بخاری کتاب الاذان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت اور خدا پرستی کو دیکھ کر آپؐ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت روح پرور اور وجد آفرین تقریر میں فرمایا۔

”آپؐ کے مبارک ناموں میں ایک سِرّ یہ ہے کہ محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام ہیں ان میں دو جدا جدا کمال ہیں۔ محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے۔ کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے۔ پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے۔ مگر احمدؐ کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے۔ وہ اپنے محبوب اور معشوق کی تعریف کرتا ہے۔ اس لیے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح احمدؐ عاشقانہ شان میں ہو کر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے۔ اس میں ایک سِر یہ تھا کہ آپؐ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر کر دی گئی ...مکہ کی زندگی میں اسم احمدؐ کی تجلّی تھی۔ اس وقت آپؐ کی دن رات خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و بکا اور طلب استعانت اور دعا میں گزرتی تھی ...جو تضرّع اور زاری آپؐ نے اس مکی زندگی میں کی ہے وہ کسی عاشق نے اپنے محبوب و معشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کرسکے گا۔ پھر آپؐ کی تضرّع اپنے لیے نہ تھی بلکہ یہ تضرّع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی۔ خدا پرستی کا نام و نشان چونکہ مٹ چکا تھا اور آپؐ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالیٰ میں ایمان رکھ کر ایک لذت اور سرور آچکا تھا اور فطرتاً دنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ اِدھر دنیا کی حالت کو دیکھتے تھے تو ان کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں اور بڑے مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا۔ غرض دنیا کی اس حالت پر آپؐ گریہ و زاری کرتے تھے اور یہاں تک کرتے تھے کہ قریب تھا کہ جان نکل جاتی۔ اسی کی طرف اشارہ کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:4) یہ آپؐ کی متضرِّعانہ زندگی تھی اور اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اس وقت آپ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمدؐ کی تجلّی کے وقت ہوا جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے۔ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (ابراھیم:16)“

(ملفوظات جدید ایڈیشن جلد اول صفحہ 423)

سامعین! آپؐ کے فرمان اَلشَّوْقُ مَرْكَبِيْ کو مدِ نظر رکھ کر آپؐ کے بہت سے شوقوں پر کچھ کہا جاسکتا ہے لیکن آج مَیں نے صرف آپؐ کے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے سفر کے شوق کو سامنے رکھ کر آپ حاضرین سے گفتگو کی ہے اور اِسی پر اختتام کرتا ہوں اور آپؐ کو اللہ کے حضور حاضر ہوتے بھی توحید باری تعالیٰ کے قیام کی فکر تھی اور اللہ کو اپنا دوست قرار دیا جیسے آپؐ نے فرمایا کہ

”خدا بُرا کرے یہود و نصاریٰ کا کہ انہوں نے اپنے نبیوں کے مرنے کے بعد اُن کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔“

(بخاری کتاب المغازی)

اور پھر آخری نصیحت آپؐ نے اپنے صحابہ کو یہ فرمائی کہ اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کہ دیکھنا! میرے بعد نمازوں کہ نہ بھول جانا بلکہ اپنے ماتحت تمام کو نمازوں پر کاربند رکھنا اور سب سے بڑھ کر شَوْقِيْ اِلٰى رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ کی عملی مثال آپؐ نے وفات کے وقت اِلَى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى۔ اِلَى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى کے الفاظ دہرا کر دی یعنی کہ مَیں

عرشِ مُعلّیٰ پر بیٹھنے والے اپنے مہربان دوست کی طرف جاتا ہوں۔ مَیں عرشِ مُعلّیٰ پر بیٹھنے والے اپنے مہربان دوست کی طرف جاتا ہوں۔ یہ کہتے کہتے آپ کی روح اِس جسم سے جُدا ہو گئی۔

(نبیوں کا سردار از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صفحہ 249)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذات کے عاشق زار اور دیوانہ ہوئے اور پھر وہ پایا جو دنیا میں کبھی کسی کو نہیں ملا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ سے اس قدر محبت تھی کہ عام لوگ بھی کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گیا۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 524 جدید ایڈیشن)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر)۔ یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اِس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں“۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام جس کو قائم کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے آپؐ پیدا ہوئے تھے۔ ایک اعلیٰ انسان اور عبدِ رحمن کا مقام جو کسی کو ملا وہ سب سے اعلیٰ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا اور بندے کی پہچان اپنی ذات کی پہچان اور خدا تعالیٰ کی ذات کی پہچان کرانے کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ توحید کے قیام کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ اور ساری زندگی اسی میں آپؐ نے گزاری۔ اور یہی آپ کی خواہش تھی کہ دنیا کا ہر فرد ہر شخص اس توحید پر قائم ہو جائے اور اس زمانے میں بھی آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی پہچان اس تعلیم کی رو سے ہمیں کروائی۔ پس ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خدائے واحد کی عبادت اور اس کے نام کی غیرت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں تبھی ہم حقیقت میں لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ پڑھنے والے کہلا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ 4 فروری 2005ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(کمپوزڈ بائی: مسز فائقہ بشریٰ)